

ٹیکس کی شرعی حیثیت

از: مولانا فضل الرحمن بن محمد

نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	ٹیکس کی تاریخ
۲	کس (ٹیکس)
۳	جزیہ (دور جاہلیت کے مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جانے والے درآمد)
۴	خراج
۵	ضریہ یا غلہ
۶	عشور
۷	مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے
۸	ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر ٹیکس کا واجب ہونا۔

ٹیکس انگریزی کا لفظ ہے اور اس رقم کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حکومت کے چلانے کے لئے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کی جاتی ہے اس کی وصولی ایک نظام کے تحت ہوتی ہے اور جن لوگوں پر ٹیکس عائد ہو جاتا ہے اگر وہ مقررہ وقت پر ادائیگی نہ کریں تو ان کے خلاف باقاعدہ قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکس کی عمومی دو صورتیں ہیں ایک بالواسطہ اور دوسری بلاواسطہ۔ بالواسطہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو عوام الناس ادا تو کرتے ہیں لیکن ان کو یہ نہیں چلتا جیسے پٹرول، گیس، بجلی اور دوسری وہ اشیاء کہ جن کی خرید و فروخت میں ٹیکس شامل ہوتا ہے۔ اور جو ٹیکس کسی شخص کی ذاتی آمدنی اور کمائی پر عائد ہوتا ہے اس کو بلاواسطہ کہا جاتا ہے۔ ٹیکس کی تاریخ:-

کہا جاتا ہے کہ یونان اور روم میں سب سے پہلے استعمال ہونے والی اشیاء پر ٹیکس لگایا گیا درآمدی ڈیوٹی کو اندرون ملک بننے والے مال پر وصول ہونے والی ڈیوٹی پر ترجیح دی جاتی تھی جنگ کے دنوں میں جائیداد پر بھی عارضی طور پر ٹیکس عائد کر دیا جاتا تھا پھر اس کا دائرہ کار جائیداد کی خرید و فروخت تک وسیع کر دیا گیا یونان اور روم میں آزاد اور غلام اور اسی طرح قومی اور غیر قومی باشندوں میں ٹیکس کے بارے میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ روم میں استعمال ہونے والی اشیاء اور درآمدات پر ڈیوٹی کے علاوہ اور بھی بلاواسطہ ٹیکس تھے ان میں اصول یہ کارفرما تھا کہ ہر شخص خراج ادا کرے جو لیس سیزر کے زمانہ میں پہلی مرتبہ ایک فیصد سیلز ٹیکس (Sales Tax) نافذ کیا گیا صوبوں کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار شخصی اور زرعی زمینوں پر عائد کردہ ٹیکسوں پر تھا آغاز میں یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ آباد ہے یا غیر آباد جیسا کہ فارس اور مصر میں

بھی کیا گیا لیکن بعد میں زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ زمیندار سے وصول کر لیا جاتا تھا۔ جو لیس سیزر سے پہلے ٹیکسوں کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری زمینداروں میں سے کسی شخص کے سپرد کردی جاتی اور ٹیکسوں میں سے کچھ فیصد حصہ اس کو معاوضہ کے طور پر دے دیا جاتا لیکن جو لیس سیزر نے یہ ذمہ داری سرکاری افسروں کو سونپ دی قرون وسطیٰ میں بالواسطہ ٹیکسوں کی جگہ بلاواسطہ ٹیکسوں نے لے لی جن میں زیادہ تر درآمدی ڈیوٹی اور مارکیٹ فیس ہوتی تھی یہاں تک کہ شہروں میں لوگ ٹیکس ادا کرنے کے عادی ہو گئے کھانے پینے کے سامان پر تجارت اور خریداروں نے ٹیکس کا بوجھ اٹھالیا جرمنی اور اٹلی میں بھی چند بلاواسطہ ٹیکس عائد کئے گئے جو غریبوں کی ذات اور امیروں کے مال پر ہوتے تھے سب سے پہلے جس ملک نے عام ٹیکس کو اپنایا وہ برطانیہ ہے نیپولین بونا پارٹ کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے برطانوی حکومت نے ۱۷۹۹ء میں دو سو پونڈ سے زیادہ ہونے والی آمدنی پر دس فیصد ٹیکس لگایا لیکن ساٹھ پونڈ سے کم آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ ۱۸۱۰ء میں جب لڑائی ختم ہوئی تو ۱۸۲۲ء تک برطانوی باشندوں کو ٹیکس کے بوجھ سے آزاد کر دیا گیا لیکن وزیر اعظم سر روبرٹ پیل (Sir Robert Peel) نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے پھر سے ہنگامی طور پر ہر پونڈ پر سات پنس ٹیکس عائد کر دیا۔ ۱۸۸۰ء تک برطانوی رعایا ٹیکس ادا کرنے کی عادی ہو گئی جس کی وجہ سے ٹیکس ہمہ وقتی معمول بن گیا۔ ۱۹۱۰ء میں ٹیکس دھندہ میں سے جس کی آمدنی پانچ سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوتی اس کو ہر پچہ کے لئے دس پونڈ کی چھوٹ دے دی گئی پہلی جنگ عظیم کے موقع پر چھ شلنگ کے حساب سے سپر ٹیکس (Super Tax) بھی عائد کر دیا گیا۔ جرمنی کے صوبہ پروسیا میں ۱۸۵۱ء ٹیکس لگانے کی کوشش کی گئی لیکن ۱۸۹۱ء میں اصلاح کے بعد اسے از سر نو مرتب کیا گیا۔ ۱۹۱۳ء تک جرمنی کے سارے صوبوں میں باقاعدہ نافذ ہو گیا فرانس میں ٹیکس لگانے کی کوشش کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا لیکن نفاذ ۱۹۱۳ء میں پہلی جنگ عظیم سے دو ہفتے پہلے ہوا۔ اٹلی میں پہلی بار آمدنی زمین عمارت اور منقولہ دولت پر ۱۸۶۴ء میں ٹیکس عائد ہوا سوئیڈن میں ٹیکس لگانے کی ابتدا ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ امریکہ میں صحیح طور پر ٹیکس کا نفاذ ۱۹۱۳ء میں دستور کی سولہویں ترمیم کے ذریعے ہوا حالانکہ امریکہ کی باہمی خانہ جنگی کے نقصانات کو پورا کرنے کے لئے ۱۸۲۶ء سے ۱۸۷۲ء تک چھ سو ڈالر سے زائد آمدنی پر تین فیصد اور دس ڈالر پر پانچ فیصد وصول کیا جاتا تھا بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے پانچ ہزار ڈالر سے زائد آمدنی پر دس فیصد شرح کر دی گئی۔

۱۸۹۳ء میں صدر امریکہ گروو کلیولینڈ (Grover Cleveland) نے جب دوبار ٹیکس لگانے کی کوشش کی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر دستوری قرار دے کر ختم کر دیا۔ لیکن دستور میں ترمیم کے بعد جب ٹیکس کا نفاذ ہوا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ شرح پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ آمدنی پر چھ فیصد رکھی گئی لیکن پہلی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی تو اس وقت کم سے کم شرح تین فیصد اور زیادہ سے زیادہ چورانوے فیصد تھی ٹیکس کے محفوظ حد صرف پانچ سو ڈالر رہ گئی۔ اگر یہ حکومت نے ہندوستان میں پہلی مرتبہ ۱۸۶۰ء میں انکم ٹیکس ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت ٹیکس نافذ کیا جسے ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۷ء تک معطل کر دیا لیکن ۱۸۶۷ء میں تھوڑی سے ترمیم کے بعد دی لائنس ایکٹ آف ۱۸۶۷ء کے نام پر پھر سے جاری ہو گیا جس کے تحت دو سو روپیہ سے زائد آمدنی پر دو فیصد ٹیکس عائد کر دیا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں اسی

ایکٹ کا نام ٹیٹلیٹ ایکٹ ۱۸۶۷ء رکھ دیا گیا اس ایکٹ کے تحت ٹیکس کی شرح کم کر کے 3/5_1 کر دی گئی۔ ٹیکس سے مستثنیٰ رقم دوسو سے بڑھا کر پانچ سو کر دی گئی۔ ۱۸۲۹ء کے دوران کمپنیوں پر 1/2-1 فیصد اور گورنمنٹ سیکورٹیز پر 1/2-2 فیصد ٹیکس لگا دیا گیا، دوسرے ذرائع سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی شرح کو دگنا کر دیا گیا۔ ۱۸۷۶ء میں ٹیکس سے مستثنیٰ رقم کو پہلے ساڑھے سات سو اور پھر ایک ہزار کر دیا گیا یکم اپریل ۱۸۷۳ء میں دوسری مرتبہ چار سال کے لئے لوگوں کو عارضی طور پر ٹیکس سے نجات ملی لیکن ۱۸۷۷ء میں لائسنس ٹیکس ایکٹ ۱۸۷۷ء تک تحت ہندوستان کے باسیوں پر پھر سے ٹیکس مسلط کر دیا گیا۔ ۱۸۲۰ء تک اکم ٹیکس ایکٹ میں ۱۳ ترامیم ہوئیں اور دوسری مرتبہ معطل ہوا لیکن ۱۸۸۲ء میں اسے ایسی صورت دے دی گئی کہ پھر ۳۰ سال نافذ العمل رہا جس کے تحت پانچ سو روپے سے کم آمدنی کو اکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا سود اور تنخواہوں کی رقم جو پانچ سو سے دو ہزار تک ہوتی اس پر ۴ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لیا گیا۔ دوسری عام آمدنیوں پر جو دو ہزار سے زیادہ ہوتیں ان پر ۵ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا۔

۱۹۱۶ء میں نئی ترمیم کے ذریعے تنخواہوں، بونس سالانہ وظائف پشن اور سرکاری عطیات پر ایک ہزار سے دو ہزار روپے پر ۴ پائی فی روپیہ سے ٹیکس کا نیا شیڈول دیا گیا اسی طرح دوسری آمدنیوں پر یعنی دو ہزار سے پانچ ہزار پر ۵ پائی فی روپیہ، پانچ ہزار ایک روپے سے دس ہزار تک ۱۶ پائی فی روپیہ دس ہزار سے پچیس ہزار روپے پر ۹ پائی فی روپیہ اور پچیس ہزار سے اوپر رقم پر ۱۲ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس کا نیا نظام قائم ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ کل آمدنی (Total Income) اور قابل ٹیکس آمدنی (Taxable Income) کا تصور دیا گیا آل انڈیا کمپنی کے ذریعے اکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کا نام دے دیا گیا،

اگرچہ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں بھی معمولی ترامیم ہوئیں لیکن یہی وہ ایکٹ ہے جو فقید المثال قربانی کے بعد ملنے والے پاکستانی کو انگریزی سرکار سے ورثے میں ملا وہ آج بھی اپنی اصل کے ساتھ پورے پاکستان میں رائج ہے۔

کس:- (ٹیکس)

اسلام سے پہلے انسانی معاشرے میں جو مختلف قسم کے ٹیکس رائج تھے ان میں ایک کس تھا جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا علامہ ابن منظور نے نقل کیا ہے۔ ”دراہم کانت توخذ من بائع السلع فی الاسواق فی الجاہلیۃ“ یہ وہ درہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے ایسے شخص کے بارے میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ان صاحب المکس فی النار“ بے ٹک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔ تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا حافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المذہری المتوفی ۶۵۶ھ نے لکھا ہے ”اما الان فانهم یاخذون مکسا العشر ومکو مناخر لیس لہ اسم بل شنی یاخذون حراما سحتا ویاکلون فی بطونہم ناراً حجتہم فیہ دا حصۃ عند ربہم وعلیہم غضب“ آج کل عشر کے نام پر جو کس یا کوس لوگ وصول کر رہے ہیں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ وہ ناجائز اور حرام ہے وہ اپنے پیڑوں میں آگ پھر رہے ہیں۔ اپنے رب کے پاس اس کی حجت نہیں چلے گی اور ان پر غضب ہوگا۔ ”ولہم عذاب

شدید“ اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ مسند احمد عبد الرحمن ابن الساعی نے بھی واضح کیا ہے ”ان المكس من اعظم الذنوب وذلك لكثرة مطالبات الناس ومظلما تهم وصرفها في غير وجهها“ بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہیں اس لئے کہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں۔ اور وصول نہ ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے ”انما كان في النار لظلمه الناس واخذ اموالهم بدون حق شرعي فان استحل ذالك كان في النار خالدا فيها ابدًا لانه كافر والا فيعذب فيها مع عصاة المؤمنين ماشاء الله ثم يخرج ويدخل الجنة“ صاحب الہکس جہنم میں اس لئے جائے گا۔ کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا ان سے شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا اگر اسے حلال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا آگ سے نکال کر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ معلوم ہوا کہ کس جہالت کی ٹیکسوں میں سے ایک ٹیکس تھا جس کے وصول کرنے والے کو اسلام نے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے۔

جزیہ:-

یہ وہ ٹیکس تھا جو غیر مسلموں سے ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے بدلے وصول کیا جاتا تھا حافظ ابن حجر عسقلانی کے مطابق یہ ۸۷۱ھ میں اس وقت وصول کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا۔ ”قاتلو الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اتوا الكتاب حتی یعطوا الجزیة عن یدوہم صاغرون“ اہل کتاب میں سے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں کہتے۔ اور جو دین حق کے مطابق عمل نہیں کرتے ان کے ساتھ اس وقت تک قتال کریں کہ جب وہ ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہیں دے دیتے۔ اسی آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں حکم ہے حضرت عمر فاروقؓ کو مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے میں تردد تھا لیکن جب حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے گواہی دے دی تو رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ ”لیس علی مسلم جزیة“ مسلمان پر جزیہ نہیں امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں باب باندھا ہے۔

”باب ماجاء لیس علی المسلمین جزیة“ اس کا باب کہ مسلمانوں پر کوئی جزیہ نہیں پھر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ”والعمل علیٰ ہذہ عند عامة اهل العلم“ عام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے (نسقط الجزیة بالاسلام والموت عند ابی حنیفةؒ قوله علیہ السلام لیس علی مسلم جزیة“ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (غیر مسلم) کے مسلمان ہو جانے یا مر جانے کی وجہ سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ مسلم پر جزیہ نہیں۔

خراج:-

یہ ٹیکس بھی غیر مسلم اہل ذمہ پر لگایا جاتا تھا درحقیقت یہ ان کی زمینوں پر لگان تھا مفتوحہ علاقوں میں زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کے قبضے میں رہنے دیا جاتا اور ان کے علاقے کے اعتبار سے ان سے خراج وصول کیا جاتا۔ امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ حکومت و ملت اگر مسلمانوں سے خراج کے طور پر مال لیتی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ حضرت علامہ بن الحضرؒ می سے مروی ہے۔ ”بعثنی رسول اللہ ﷺ الی البحرین فکنت اتی الحائط یكون بین الاخوة یسلم احدہم فاخذ من المسلم العشر والمشرک الخراج“ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بحرین کی طرف بھیجا پس میں ایسے باغ میں آتا کہ جس میں کئی بھائی شریک ہوتے ان میں سے ایک مسلمان ہوتا میں مسلمان سے عشر لیتا اور مشرک سے خراج وصول کرتا خراج اس غلام سے بھی لیا جاتا تھا جو کسی ہنر میں مہارت رکھنے کی بناء پر کمائی کرتا اور اپنے آقا کو طے شدہ خراج ادا کرتا، مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے ”کان ابو حنیفۃ یقول لا یجتمع خراج وزکوۃ علی رجل“ امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص پر خراج اور زکوۃ جمع نہیں ہو سکتے۔

ضريبة یا غلۃ:-

یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور امیروں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے ”حجم ابو طیبۃ النبی ﷺ فامر له بصاع او صاعین من طعام وکلم موالیه فخفف عن غلۃ الضربۃ“ ابو طیبہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگ لگا لی پس آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی پس اس کے ٹیکس میں تخفیف کر دی گئی۔

عشور:-

عشر کی جمع ہے اور اس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصول کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔ حسنؓ سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا ”ان تجارا من قبلنا من المسلمین یاتون ارض الحرب فیأخذون منهم العشر“ ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو ان سے مال کا دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا۔ ”خذانت منهم کما یأخذون من تجار المسلمین وخذ من اهل الذمۃ نصف العشر ومن المسلمین من کل اربعین درهما درهم و لیس فیما دون المائتین شئی فاذا کانت مائتین ففیہا خمسۃ دراهم وما زاد فی حسابہ“ تم میں بھی ان سے اسی طرح دسواں حصہ وصول کرو جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں ذمیوں سے بیسواں اور مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو دو سو درہم سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا جب مال دو سو درہم کا ہو جائے

اس میں سے پانچ درہم لینے ہیں اور اگر مال دو سو درہموں سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔ عمر بن شعیبؓ کی روایت کے مطابق حریوں میں سے اہل منج نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا۔

”انا ندخل ارضک تجار او عشر نافشا ور عمر اصحاب رسول اللہ ﷺ فی ذالک فاشاروا علیہ بہ فکانوا اول من عشر من اهل الحرب“ ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لئے آنے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رائے دی چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کی جس سے عشر لیا گیا معلوم ہوا کہ تجارتی عشر یعنی امپورٹ ڈیوٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تجار نے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے مالوں کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تجار سے حریوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المؤمنینؓ کی اجازت سے حربی تجار سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیوٹی وصول ہوتی تھی اس کی وہ حیثیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیوٹی کی تھی، قاضی ابویوسفؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے ”وکل ما اخذ من المسلمین من العشر فسیلہ سبیل الصدقہ وسبیل مایؤخذ من اهل الذمة جمیعا و اهل الحرب سبیل الخراج“ اور مسلمانوں سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو زمینوں اور حریوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی۔ زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بنا کر حکم دیا۔ ”ان اخذ من تجار المسلمین ربع العشر“ کہ میں مسلمان تجار سے 1/2-2 فیصد وصول کروں، دوسری روایت کے مطابق:

”من تجار اهل الذمة مثل ما اخذ من تجار المسلمین“ اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کرو کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں میں وصول کیا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے فرمایا۔ ”خذ من المسلمین من کل اربعین درهما درهم ومن اهل الذمة من کل عشرين درهما ومن لا ذمة له من کل عشرة درهما درهم“ کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم 1/2-2 فیصد اہل ذمہ سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں ان سے ہر دس درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔ قاضی ابویوسفؒ نے خلیفہ ہارون الرشیدؒ پر بھی واضح کر دیا تھا۔ ”اذا امر التاجر علی العاشر بمال او متاع وقال قد ادیت زکاتہ وحلف علی ذالک فانه یقبل منه ویکف عنه ولا یقبل فی هذا من الذمی ولا من الحربی لانه لازکوۃ علیہا“ اگر کوئی تاجر مال و متاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں قاضی ابویوسفؒ کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تاجر حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی

جاتی تھی لہذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا۔ لہذا جس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کر سکتے تھے حرب بن عبید اشقی کی خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ ”اعشر فقال انما العشور علی اليهود والنصارى وليس علی اهل الاسلام عشور“ کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا بے شک عشر یہود و نصاریٰ پر ہے اہل اسلام پر عشر نہیں یہی روایت امام ابوداؤد اور امام ابن ابی شیبہ نے واکل کے خالو سے نقل کی ہے سعید بن زیدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”یا معشر العرب احمدا واللہ الذی رفع عنکم العشور“ اے عرب کے لوگوں! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشر کو پھٹا دیا۔ احمد بن عبد الرحمن ابن الساعی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”یعنی ما كانت تاخذ ملوکہم ورؤساء قبائلہم منهم من الضرائب والعشور ونحو ذلك“ یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشر اور ان کی مثل ان سے جو وصول کیا کرتے تھے امام ابو عبیدہؒ نے نقل کیا ہے۔ انہ قد کان لہ اصل فی الجاہلیۃ یفعلہ ملوک العرب والعجم جمیعاً فکانست سبتہم ان یاخذوا من التجار عشر اموالہم اذ امروا بہم“ اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب و عجم کے بادشاہوں کا یہ طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے:-

مذکورہ روایات سے عیاں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ الہی میں صدقہ پیش کرتا ہے یا اتفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عند اللہ اپنے درجات کو بلند کر داتا ہے زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں ہو سکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی اسی لئے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے ”لیس علیہم غیر الزکوٰۃ من الضرائب والمکس نحوہا ما فرضہ ای غیر اللہ علیہم فی الصدقات فلا یؤخذ من المسلم ضربیۃ ولا شنی یقرر علیہ فی مالہ لانه یصیر کالجزیۃ“ یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں پس مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا ظاہر ہے مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ”اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک“ جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا کر دیا۔

امام ترمذی نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا پھر رویت کے طور نقل کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔ ”هل علی غیرہا؟“ فقال لا الا ان تطوع“ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ

مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے یہی الفاظ امام بخاریؒ کی ایک نقل کردہ حدیث کے ہیں فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”لیس فی المال حق سوى الزکوة“ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں امام شاعرانی نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردی نے لکھا ہے۔ ”لا یجب علی المسلم فی ماله حق سواها“ کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا اگر کہا جائے فاطمہ بنت قیس سے یہ بھی مروی ہے ”فی المال حق سوى الزکوة“ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے جامع الترمذی میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے والی روایت کی سند درست نہیں کیونکہ اس روایت کے ایک راوی ابو حمزہ میمون الاعدود کو ضعیف کہا گیا ہے جامع الترمذی کے شارح علامہ عبدالرحمن مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے ابو حمزہ میمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے یعنی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری کا کہنا ہے کہ وہ آئمہ حدیث کے نزدیک مضبوط نہیں امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام بیہقی کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ابو حمزہ میمون الاعدود کوئی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معین اور ان کے بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے ہمارے ساتھی تالیق میں جو روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ ”لیس فی المال حق سوى الزکوة“ اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحب نصاب ہے تو وہ صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے اگر وہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو عند اللہ ماجور ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو زکوٰۃ کے بارے میں تحریری ہدایات نامہ دیا۔ ”هَذَا فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ فَمَنْ سَتَلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهٍ فَلْيُعْطَهَا وَمَنْ سَتَلَهَا فَوْقَهَا فَلَا يُعْطَهَا“ یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول کو حکم دیا پس مسلمانوں میں سے فریضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کر دے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔ صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے اس میں فلا یعط کے نیچے بین السطور لکھا ہوا ہے۔ ”ای زائدًا علی الفریضة المعینة“ یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے شاہ ولی اللہ نے بھی یہی لکھا ہے ضحاک بن مزاحم سے تو یہ بھی مروی ہے۔ ”نسخت الزکوة کل حق فی المال“ زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کر دیا ہے جب زکوٰۃ عشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحب نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کیا جائے تو اس پر زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کا واجب ہونا۔

اسلامی نظام زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مسلم یا غیر مسلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ و عشر یا

نیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام نیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی نیکس وصول کئے جاتے ہیں جیسا کہ انکم نیکس، سپرنیکس، سرچارج، ویلٹھ نیکس، سیلز نیکس، امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔ اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے۔ یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے علامہ ابو بکر محمد بن احمد ابی سہل سرخسی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ عاشر نے رومی تاجر سے اس کے گھوڑے کا عشر وصول کر لیا اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عشر طلب کیا۔ نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیا تھا اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں جب عاشر نے اصرار کیا تو اس نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ پہنچ گیا اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبویؐ میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں دین حنیف کو ماننے والا شیخ ہوں کیا بات ہے؟ نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنا دی حضرت عمر فاروقؓ اس کی بات سن کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے نصرانی نے خیال کیا کہ امیر المؤمنین نے اس کی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا لہذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشر ادا کرنے پر تیار ہو گیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مت لینا۔ نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل و انصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہیں مسلمان ہو گیا۔ علامہ علاؤ الدین بن حسام الدین التوقی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے۔ ”ان تمام اسلام کم ان تودوا زکوٰۃ اموالکم“ تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ اداء کرو لہذا واضح ہوتا کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی نیکس کی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام نیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

﴿واخر دعوتنا ان الحمد لله رب العلمین﴾

”جدید عصری مسائل کی فقہی تحقیق کے لئے المباحث الاسلامیہ اور الحجۃ الاسلامیہ کا خود بھی خریدار بنیں اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر اشاعت علم کا مددگار بنیں۔“

واجرکم علی اللہ۔